صحابہ کرامؓ کے اسالیب اجتہاد

عرفان خالد ڈھلوں*

زیر نظر مضمون میں ان اسالیب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جنہیں اختیار کر کے صحابہ کرامؓ نے اجتہادات کیے۔ مضمون کے اہداف حاصل کرنے کے لیے اجتہادات صحابہؓ میں زمانی فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ یہ اجتہادات رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں ہوئے ہوں یا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد، دونوں زمانوں کے اجتہادات صحابہؓ سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے اسالیب اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دین اسلام میں صحابہ کرامؓ جس اہم مقام و مرتبہ پر فائز ہیں وہ کسی بھی دوسرے طبقہ انسانی کو حاصل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہادات میں جو اسالیب اختیار کیے وہ مسلمانوں کے قانون سازی اور تشریعی امور میں ایک کلیدی کردار رکھتے ہیں۔ ان اسالیب کا مطالعہ تشریعی امور کی انجام دہی اور کسی مسئلہ کے حکم شرعی کی دریافت میں کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔ خواہ یہ قانون سازی اور حکم شرعی کی دریافت ریاستی سطح پر ہو یا ایک فرد اپنے طور پر اجتہادی کوشش میں مصروف ہو۔ یہ اسالیب پیش نظر رکھنے سے ایک مجتہد یا مجتہدین کا کوئی ادارہ وہ اہداف حاصل کرسکتا ہے جو شریعتِ اسلامی کو مطلوب ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اسالیبِ اجتہاد کا مطالعہ صرف ان اہل علم ہی کے لیے ضروری نہیں ہے جو اپنے فن کے ماہرین ہیں اور جن پر معاشرہ کی طرف اجتہاد جیسے اہم کام کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ بلکہ ایک عام مسلمان کو بھی چاہیے کہ اس کے لیے جس قدر ممکن ہو وہ صحابہ کرامؓ کی سیرتوں کا مطالعہ کرے اور خاص طور پر یہ اپنے علم میں لائے کہ ان حضرات نے اپنی زندگیوں میں جنم لینے والے نئے نئے مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں کیسے کیا۔

یہ اہمیت اس لیے ہے کہ امتِ مسلمہ کے صرف اہل علم اور اپنے فن کے ماہرین ہی اجتہاد سے کام کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کا ہر فرد اپنی زندگی میں اجتہاد پر مامور ہے۔ شریعتِ اسلامی نے اپنے ہر ماننے والے کو کسی نہ کسی سطح پر اجتہاد کا مکلف بنایا ہے اور وہ الحمد للہ اسے سرانجام بھی دے رہا ہے۔ جس امت کا ہر فرد اجتہاد کا مکلف ہو اس امت میں اجتہاد بھلا کیسے ساقط ہوسکتا ہے یا اجتہاد کا دروازہ کیسے بند کیا جا سکتا ہے۔

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، پاکستان

ایک عام مسلمان کے دائرہ اجتہاد پر جسے وہ اپنی روزمرہ زندگی میں انجام دیتا ہے، مالکی اصولی، امام شاطبیؒ (م ۷۹۰ ھ) نے اپنی کتاب الموافقات فی اصول الشریعۃ، جلد چہارم کی کتاب الاجتہاد کے المسائلۃ الخامسۃ میں بحث کی ہے۔ امام شاطبیؒ کی اس بحث کو معاصر مفکر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے اپنی کتاب ''مقاصد شریعت'' میں بڑی خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام شاطبیؒ کے موقف کو آگے بڑھایا ہے۔

شریعتِ اسلامی ہر مکلّف مسلمان پر ماہِ رمضان کے روزے فرض کرتی ہے۔ اس حوالے سے شریعت اپنے احکام پر عمل کرنے والوں کو جو رخصتیں دیتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مریض ماہِ رمضان کے روزے مؤخر کردے اور بعد میں ان کی قضا کر لے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ[البقرۃ۲:۱۸۴]

پس تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی پوری کر لے۔

مندرجہ بالا آیت میں ایک مسلمان کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ دورانِ علالت ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھے۔ اب یہ سب کچھ مسلمان پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ وہ بیمار ہے اور بیماری کی ایسی حالت میں ہے کہ اسے دین کی رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ مؤخر کر دینا چاہیے۔ یہاں مسلمان اجتہاد کرتا ہے اور اپنے دینی علم پر انحصار کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ روزہ مؤخر کردے۔

اسی طرح قرآن مجید میں آیا ہے:

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ [البقرۃ ۲: ۲۱۹]

اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیں کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

مندرجہ بالا نص قرآنی یہ بتا رہی ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنی ضرورت سے زائد اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔ اب یہ مسلمان کو خود طے کرنا ہے کہ اس کی ضرورت کیا ہے، وہ کون سی حد ہے جہاں اس کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے، اس نے اپنا کون سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، اس مال کی کتنی مقدار فی سبیل اللہ دینی ہے، یہ انفاق فی سبیل اللہ کب کرنا ہے اور کن پر کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ شریعت اسلامی یہ تمام تفصیلی احکام نہیں دیتی بلکہ یہ سب کچھ مکلّف مسلمان پر چھوڑ دیتی ہے۔ اب وہ خود اجتہاد کرے اور قرآن وسنّت سے قریب تر رہ کر تفصیلات طے کرے اور اس قرآنی حکم پر عمل کرے۔

بہرحال، صحابہ کرامؓ کے اجتہادات نہ صرف مجتہدین بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ان کی اجتماعی و انفرادی زندگیوں کے غیر منصوص اور جدید مسائل حل کرنے میں بہترین راہنما ہیں۔ اگران پر غور وغوض کرنے سے یہ بھی پتہ چل جائے کہ انہوں نے کسی غیر منصوص مسئلہ کا شرعی حکم دریافت کرنے کے عمل میں کون کون سے اسالیب اختیار کیے تھے تو پھر یہ اجتہادات ہماری زندگیوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امتِ مسلمہ کی دینی و سیاسی زمامِ قیادت صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں میں آ گئی تھی۔ اسلامی سلطنت کی جغرافیائی حدود پھیلیں۔ انسانی معاشرے میں نئے مسائل و حوادث نے ظہور کیا۔ ہر زمانے میں مسلمانوں کو اس امر کی پوری کوشش کرنا ہوتی ہے کہ ان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کی ہر سرگرمی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ صحابہ کرامؓ نے بھی نئے حوادث اور غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد سے کام لیا۔ یہ اجتہاد انفرادی طور پر بھی ہوا اور اجتماعی انداز سے بھی، سرکاری سطح پر بھی اجتہاد ہوا اور غیر سرکاری طور پر بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں یا رحلتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیے جانے والے ان اجتہادات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلہ میں مخصوص اسالیب اختیار کیے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے عہد میں ان اسالیب کے لیے کوئی فنی اصطلاحات استعمال نہیں ہوتی تھیں جیسا کہ بعد میں مختلف مناہج و اسالیب کے لیے قیاس، اجماع، مصالح اور ذرائع وغیرہ کی اصطلاحات مستعمل ہوئیں اور جو علم اصول فقہ کی اہم مباحث میں شامل ہیں۔

قرآن وسنّت سے تمسک

صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کا مطالعہ کرنے سے جس بنیادی بات کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے ہر مسئلہ کا حکم سب سے پہلے قرآن مجید اور پھر سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اگر ان دونوں میں حکم نہ پاتے تو پھر اجتہاد سے مسئلہ کا حکم دریافت کرتے۔ بقول استاد ابوزہرہ: صحابہ کرامؓ کی حیثیت اس قاضی کی تھی جو قانونی تصریح نہ ملنے پر عدل و انصاف کے اصول وقواعد سامنے رکھتے ہوئے اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہے (۱)۔

تابعی میمون بن مہرانؒ (م ۱۱۶ھ) بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو آپ سب سے پہلے اسے کتاب اللہ میں دیکھتے۔ اگر اس میں پاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر

دیتے۔ اگر نہ پاتے تو حدیث کی طرف دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاتے تو اسی کے مطابق حکم فرما دیتے۔ اگر اس میں عاجز آ جاتے تو آپ لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھتے: کیا تم میں سے کسی کو اس مسئلہ سے متعلق حدیث معلوم ہے؟ بعض اوقات لوگ کھڑے ہو جاتے اور بتا دیتے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے۔ اگر اس پر بھی مسئلہ کا حکم دریافت نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ سر برآوردہ لوگوں کو بلاتے اور ان سے مشورہ طلب فرماتے۔ اگر وہ سب حضرات مل کر ایک ہی بات کہہ دیتے تو آپ وہی حکم دے دیتے تھے (۲)۔

میمونؒ ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ البتہ آپ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی مسئلہ کا حکم نہ پانے کی صورت میں لوگوں سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا فیصلہ بھی دریافت فرمایا کرتے تھے۔ اگر مل جاتا تو اسے جاری فرما دیتے تھے (۳)۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے: میرے دونوں اصحاب یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ایک عمل کر کے اور ایک راستہ اختیار فرما کر چلے گئے۔ اگر میں ان کے خلاف عمل کروں گا تو راہِ راست سے بھٹک جاؤں گا (۴)۔

اگر حضرت عمرؓ کو کتاب وسنّت یا حضرت ابوبکرؓ سے کوئی حکم نہ ملتا تو آپ سر برآوردہ لوگوں اور علماء کو طلب کر کے ان سے مشورہ فرماتے۔ وہ جس بات پر جمع ہو جاتے، حضرت عمرؓ اسی کے مطابق حکم فرما دیتے تھے (۵)۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ (م ۴۲ھ/۴۴ھ/۵۰ھ/۵۲ھ) کو ایک خط لکھا تھا۔ اس کے مندرجات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنے میں حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ترجیحات تھیں۔ آپ نے خط میں لکھا:

> ......ثم الفهم الفهم فيما أدلي اليک مما ورد عليک مما ليس في قرآن و لا سنّة، ثم قايس الأمور عند ذلک و اعرف الأمثال، ثم اعتمد فيما ترى إلى أحبها إلى الله و أشبهها بالحق(۶)
>
> اگر کوئی قضیہ ایسا آن پڑے جس کے بارے میں قرآن اور سنّت میں کچھ نہ ہو تو پھر غور وخوض کر کے اپنے فہم وفراست سے کام لو اور ان حالات میں امور کا قیاس کرو اور مثالوں کو پہچان لیا کرو۔ پھر جو چیز اللہ کی محبت سے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ

نزدیک نظر آئے اس پر اعتماد کرو۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ (م ۸۷ھ) کو ایک خط میں لکھا تھا:

اقض بما فی کتاب اللّٰہ فإن لم یکن فی کتاب اللّٰہ فبسنّة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وإن لم یکن فی کتاب اللّٰہ ولا فی سنّة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاقض بما قضی به الصالحون فإن لم یکن فی کتاب اللّٰہ و لا فی سنّة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم و لم یقض به الصالحون فإن شئت فتقد م فإن شئت فتأخر و لا أری التاخیر إلا خیر لک (۷)

کتاب اللہ میں جو ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو، نہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو پھر اگر تم اجتہاد کرنا چاہتے ہو تو کرو اور اگر تم مسئلہ کو مؤخر کرنا چاہتے ہو تو مؤخر کرو۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤخر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ اگر کتاب وسنّت سے مسئلہ کا حکم نہ ملے تو:

فاقض بما اجتمع علیه الناس، و إن أتاک ما لیس فی کتاب اللّٰہ و لم یسنّه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم و لم یتکلم فیه أحد فأی الأمرین شئت فخذ به (۸)

تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو جس پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آ جائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو اور نہ اس بارے میں کسی نے پہلے رائے دی ہو تو دو کاموں میں سے جس کو چاہو لے لو۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: بے شک میرے والد فیصلے کرتے تھے لیکن جب انہیں کسی مسئلہ میں دشواری ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کر لیتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشواری ہوتی تو آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھ لیتے تھے (۹)۔

مندرجہ بالا آثار سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک کسی مسئلہ کا حکم دریافت کرنے کے

لیے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے گا، پھر سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے، پھر اجماعی فیصلے اور آخر میں قیاس و رائے سے مدد لی جائے گی۔

ابوبکر جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) نے کہا ہے کہ خلفائے راشدین کو جب کوئی دینی واقعہ پیش آتا تو وہ اس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت صحابہ کرامؓ سے دریافت کرتے تھے۔ خلفائے راشدین قیاس کی طرف اس وقت رجوع اور اس پر اعتماد کرتے تھے جب انہیں اس واقعہ سے متعلق کوئی سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ملتی تھی (۱۰)۔

خلفائے راشدین کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے سے قبل لوگوں سے اکثر مشورہ لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے حضرت علیؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکثر اوقات کوئی مشورہ نہیں کرتے تھے (۱۱)۔

اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ انہوں نے کوفہ کو دارالحکومت بنا لیا تھا جہاں مدینہ کی نسبت صحابہ کرامؓ اور اہلِ شوریٰ افراد کی کمی تھی۔ پہلے تین خلفاء کو حضرت علیؓ جیسے جو قابل مشیر میسر رہے ویسے افراد حضرت علیؓ کو نہ ملے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۶ھ) کے نزدیک حکم دریافت کرنے کے مآخذ ومصادر بالترتیب یہ تھے: قرآن مجید، سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صالحین کے فیصلے اور پھر رائے و اجتہاد۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے:

> فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله لا قضى به نبيه صلى الله عليه و سلم فليقض بما قضى به الصالحون، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله و لا قضى به نبيه و لا قضى به الصالحون فليجتهد رأيه و لا يقول إنّي أخاف و إنّي أخاف فإن الحلال بيّن و الحرام بيّن و بين ذالک أمور متشابهات فدع ما يَرِيبُک إلى ما لا يَرِيبُک (۱۲)

تم میں سے کسی کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہ پائے تو سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے مطابق فیصلہ دے۔ اگر وہ معاملہ ایسا ہو جس کے بارے میں کتاب وسنت دونوں میں نہ پائے تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور صالحین کے فیصلوں میں بھی کچھ نہ پائے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں۔ بے شک حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور اس کے درمیان متشابہات ہیں۔ پس جو تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

حضرت زید بن ثابتؓ (م ۴۵ ھ) نے فرمایا:

اقض بکتاب اللّٰه عز و جل فإن لم یکن فی کتاب اللّٰه ففی سنّة النّبی صلی اللّٰه علیه و سلم فإن لم یکن فی سنّة النّبی صلی اللّٰه علیه و سلم فادع أهل الرای ثم اجتهد و اختر لنفسک و لا حرج (۱۳)

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو، پھر اگر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملے تو اہل الرائے کو بلاؤ، پھر اجتہاد کرو اور کوئی رائے اختیار کر لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ٦٨ ھ) سے جب کسی چیز کا حکم پوچھا جاتا تو آپ سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اور پھر سنّت کی طرف۔ اگر ان دونوں میں حکم نہ ملتا تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے جو مروی ہوتا اسے بتا دیتے، ورنہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے (۱۴)۔

رائے پر نص کو ترجیح

صحابہ کرامؓ کے اجتہادی کردار میں یہ بات نمایاں ہے کہ انہوں نے نص کی موجودگی میں رائے اور قیاس کی نفی فرمائی اور ان پر نص کو مقدم کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے:

إذا سئلتم عن شیء فلا تردوا، ردّوا النّاس إلی کتاب اللّٰه تعالٰی (۱۵)

جب تم سے کسی چیز سے متعلق پوچھا جائے تو تم جواب مت دو، لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف لوٹا دو۔

مشہور تابعی طاوسؒ (م ١٠٦ ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جنین کی دیت پر لوگوں سے مشورہ لیا۔ حضرت حمل بن مالکؓ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک غلام یا باندی

ادا کرنے کا حکم دیا ہے(۱۶)۔

یہ خبر ملنے پر حضرت عمرؓ نے اپنی رائے اور قیاس کو ترک کر دیا۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ جنین اگر زندہ ہے تو پوری دیت اور اگر پہلے ہی سے مردہ ہے تو پھر کوئی دیت نہیں ہے۔ جبکہ حدیثِ نبوی مطلق طور پر ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا لازم کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے خبر کو اختیار کرکے ذاتی رائے ترک کردی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

اللّٰہ اکبر، لو لم أسمع بھذا لقضینا بغیر ھذا (۱۷)

اللہ اکبر، اگر میں یہ نہ سنتا تو ہم اس کے علاوہ فیصلہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت پوچھا: فیصلہ کیسے کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ اگر اس سے نہ ملے تو میں سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق فیصلہ کروں گا۔ اگر سنّت سے مسئلہ کا حکم نہ ملے تو پھر اجتھد برأیی و لا آلو یعنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے رائے پر عمل کو سنّت سے متاخر کیا اور سنّت متواتر یا آحاد کا کوئی فرق نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کی توثیق فرمائی (۱۸)۔

صحابہ کرامؓ اس معمول پر عمل پیرا تھے کہ جب انہیں کسی مسئلہ پر حدیث مل جاتی تو وہ اس سے لا علمی میں اختیار کی جانے والی اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔ تابعی ابوالجوزاء الربعیؒ (م۸۳ھ) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیع صرف (مبادلہ) کے جواز کا حکم دیتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا اور فرمایا: ''میرا قول رائے سے تھا۔ اب میں نے حضرت ابوسعیدؓ کی حدیث سنی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سے منع فرمایا تھا''(۱۹)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کوفہ میں پوچھا گیا کہ ایک عورت سے نکاح کرنے اور اسے جماع سے قبل چھوڑ دینے کے بعد اس کی ماں سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ نکاح درست ہے۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ مدینہ تشریف لائے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بیوی کی ماں مطلقاً حرام ہے، خواہ بیوی سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ صحبت کی قید ربائب (۲۰) میں ہے۔ کوفہ واپس آنے پر حضرت ابن مسعودؓ سب سے پہلے اس شخص کے پاس گئے جس کو آپ نے مسئلہ بتایا تھا۔ آپ نے اسے کہا کہ وہ اس

عورت کو چھوڑ دے (۲۱)۔

رائے دینے میں احتیاط

صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ پر اپنی ذاتی رائے دینا انتہائی ذمہ دارانہ کام سمجھتے تھے۔ ایک صحابی سے جس قدر ممکن ہوتا وہ اس ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی خواہش ہوتی تھی کہ سائل اس کے بجائے کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھ لے۔ ابن ابی لیلیٰ ؒ (م ۸۳ھ) جو ائمہ تابعین میں سے تھے، انہوں نے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ کو پایا اور دیکھا کہ ہر حدیث بیان کرنے والا اور ہر فتویٰ دینے والا یہی چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص مسئلہ بیان کرے، کوئی اور شخص فتویٰ دے۔ جب صحابہ کرامؓ سے سوال پوچھا جاتا تو ان کی یہی خواہش ہوتی کہ ان کے بجائے کوئی اور جواب دے (۲۲)۔

کسی نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ) سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہمارا اس بارے میں کوئی قول نہیں ہے، تم حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرۃ ؓ کے پاس جاؤ۔ میں ان دونوں کو حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے چھوڑ آیا ہوں۔ سائل وہاں پہنچا، مسئلہ پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوہریرۃ ؓ سے فرمایا کہ وہ اس مسئلہ میں فتویٰ دیں (۲۳)۔

تابعی عمران بن حِطّانؒ (م ۸۴ھ) بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائشہؓ سے ریشم استعمال کرنے کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاؤ۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عمرؓ سے جا کر پوچھو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: مجھ سے حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما یلبس الحریر فی الدنیا من لا خلاق له فی الآخرة (۲۴)

دنیا میں ریشم وہی پہنتا ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو

مندرجہ بالا چند آثار جو بطور مثال بیان کیے گئے ہیں ان سے صحابہ کرامؓ کے مجموعی مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ذاتی رائے کے اظہار میں کتنے محتاط تھے اور اس سلسلہ میں دوسروں پر سبقت لے جانے سے کتنا بچا کرتے تھے۔ سائل کو کسی مسئلہ کا جواب دینا گویا سائل کے عمل کا ذمہ دار بننا ہے۔ جو شخص اس ذمہ داری کا دینی اعتبار سے صحیح احساس اور ادراک رکھتا ہے وہ اپنے اعمال کے علاوہ دوسروں کے عملوں کا بوجھ بھی اپنے کاندھوں پر اٹھانے سے پہلے کئی مرتبہ ضرور سوچتا ہے۔

رائے بغیر علم سے اجتناب

صحابہ کرامؓ ایسی رائے دینے سے اجتناب کرتے تھے جس کی بنیاد علم و دلیل پر نہیں ہوتی تھی۔ اگر انہیں کسی مسئلہ پر فتویٰ معلوم نہ ہوتا تو برملا کہہ دیتے کہ وہ نہیں جانتے۔

فقہ مالکی کے بانی امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے استاد نافعؒ (م ۱۱۷ھ) حضرت ابن عمرؓ کے غلام تھے اور حضرت ابن عمرؓ نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ تابعی نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے سر جھکا لیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ نے مسئلہ نہیں سنا۔ اس شخص نے دوبارہ عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا آپ نے میرا مسئلہ نہیں سنا؟۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کیوں نہیں، تم لوگوں کا خیال ہے کہ تم ہم سے جو کچھ سوال پوچھتے ہو، اللہ ہم سے نہیں پوچھے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے، ہمیں اتنی مہلت دو کہ مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر ہمارے پاس اس کا جواب ہوگا تو تمہیں بتا دیں گے، ورنہ آگاہ کر دیں گے کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے (۲۵)۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس نے لوگوں کی طرف سے ہر پوچھی گئی بات پر فتویٰ دیا تو ایسا شخص مجنون ہے (۲۶)۔

مفروضات پر رائے نہیں

صحابہ کرامؓ ناپسند کرتے تھے کہ ان سے ایسے واقعہ سے متعلق پوچھا جائے جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوا۔ انہوں نے نظری اور فرضی مسائل کو اپنے اجتہادات کا موضوع نہیں بنایا تھا۔ ان کے احکام واقعی قضایا پر تھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

لا تسأل عما لم يكن فإنّ سمعت عمر بن الخطاب يلعن من يسأل عما لم يكن (۲۷)

وہ امور دریافت مت کرو جو ابھی ہوئے نہیں، کیونکہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے کہ اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرتا ہے جو واقع نہیں ہوئے۔

تابعی طاؤسؒ (م ۱۰۶ھ) سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا:

أحرّجُ باللّٰه على كل امرىءٍ سأَل عن شيءٍ لم يكن فإنّ اللّٰه قد بيّن ما هو كائن (۲۸)

اللہ کی قسم! مجھے اس شخص پر غصہ آتا ہے جس نے اس چیز سے متعلق پوچھا جو نہیں ہوئی۔
جو ہونے والا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ بیان فرما چکے ہیں۔
حضرت معاذ بن جبلؓ (م ۱۸ھ) فرمایا کرتے تھے:

یا أیھا الناس! لا تعجلوا بالبلاء قبل نزولہ (۲۹)

اے لوگو! نزولِ بلاء سے قبل اس کی تفتیش میں جلدی مت کرو۔

تابعی مسروق ؒ (م ۶۳ھ) نے حضرت ابی بن کعبؓ بدری (م ۱۹ھ/۲۰ھ) سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: اے میرے برادرزادے! کیا ایسا ہوا ہے؟ مسروق ؒ نے کہا: نہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا: اس وقت تک ہم سے الگ رہو جب تک ایسا ہو، جب ہوگا تو ہم تمہارے لیے اپنی رائے سے اجتہاد کریں گے (۳۰)۔

صحابہ کرامؓ کسی دینی معاملہ میں ذاتی طور پر اظہارِ رائے سے پرہیز کرتے تھے لیکن جب معاملہ انسانی امور میں سے ہوتا تو پھر صحابہ کرامؓ اور خاص طور پر خلفائے راشدینؓ اپنی آراء ضرور بیان کرتے تھے۔ لوگ ان کے پاس مسائل لے کر آتے تھے۔ قرآن وسنّت میں صریح حکم نہ ملنے پر حلِ مسائل کے لیے صحابہ ؓ کا اجتہاد کرنا ضروری تھا۔ مگر ان کے ایسے احکام، قضایا، فتاویٰ اور اقوال جن میں انہوں نے اپنی رائے پر اعتماد کیا، بہت کم ہیں (۳۱)۔

روحِ تشریع کے ادراک سے غیر منصوص حکم کی تلاش

صحابہ کرامؓ نے متعدد مواقع پر یہ اسلوب اختیار کیا کہ غیر منصوص مسئلہ کا حکم تلاش کرتے وقت اس سے ملتے جلتے کسی مسئلہ کے حکم میں پہلے روحِ تشریع کا ادراک کیا اور پھر اس کی روشنی میں غیر منصوص مسئلہ کا حکم معلوم کر لیا۔ اس اسلوبِ اجتہاد کو علم اصولِ فقہ کی فنی اصطلاح میں قیاس کہا جا سکتا ہے۔

مثلاً خلافتِ حضرت ابو بکرؓ کے موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

الستم تعلمون أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد أمر أبا بکر أن یصلی بالناس فأیکم تطیب نفسہ أن یتقدم أبا بکر

کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز میں امامت کرانے کا حکم دیا تھا۔ پس تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ وہ حضرت ابو بکرؓ سے آگے بڑھے۔

اس پر سب نے کہا کہ ہم حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں (۳۲)۔

حضرت عمرؓ نے روحِ حکمِ نبوی کا ادراک کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ہم سب سے افضل قرار دیا ہے، اسی لیے حضرت ابوبکرؓ کو امامت کرانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں تو پھر خلافت کا منصب سنبھالنے میں بھی وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔

جب بطور خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کی تو اس موقع پر آپ نے فرمایا:

واللّٰہ لأقاتلن من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ (۳۳)

اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے خلاف ضرور قتال کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس روحِ تشریع کا ادراک کیا کہ قرآن مجید نے نماز اور زکوٰۃ کو جوڑا ہے، ان دونوں کے درمیان تفریق قبول نہیں کی۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریں گے ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ یوں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی قیادت میں اسلامی ریاست مدینہ نے غریبوں کی خاطر امیروں کے خلاف باقاعدہ مسلح فوج کشی کی اور غریبوں کا حق امیروں سے دلوایا۔ ایک ریاست کا اپنے غریب شہریوں کے حقوق دلوانے کے لیے اپنے خوشحال طبقہ کے خلاف مسلح کارروائی کرنا شائد انسانی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے۔ آج بھی اس بات کا انتظار ہے کہ تاریخ اس حوالے سے اپنے آپ کو دہرائے۔

خلافتِ حضرت عمرؓ میں شراب نوشی کی سزا اسّی کوڑے مقرر ہونے کے موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا تھا:

إذا شرِب سکر و إذا سکر هذی و إذا هذی افتری و علی المفتری ثمانون جلدۃ (۳۴)

جب آدمی شراب پیئے گا تو مست ہو گا اور جب مست ہو گا تو واہیات بکے گا اور جب واہیات بکے گا تو افترا بازی بھی کرے گا اور مفتری کی سزا اسّی کوڑے ہیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے شراب کی حد میں اسّی کوڑے مقرر کیے (۳۵)۔

حضرت علیؓ نے روحِ شریعت کو سمجھتے ہوئے یہ استدلال کیا کہ چونکہ مآلِ شربِ خمر بھی قذف ہے اس لیے شربِ خمر پر وہی سزا ہونی چاہیے جو ارتکابِ قذف پر ہے۔

نصوص کی توضیح اور ان کے معنی و مفہوم کا تعین

بعض مواقع پر صحابہ کرامؓ نے حکمِ شرعی دریافت کے لیے کسی آیت یا حدیث کا معنی و مفہوم متعین کیا اور اس کی توضیح کے لیے اجتہاد سے کام لیا۔ شرعی نص کی توضیح اور اس کے معنی و مفہوم کے تعین سے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ مثلاً عہدِ حضرت عمرؓ میں اراضیِ عراق کی تقسیم کے مسئلہ پر صحابہ کرامؓ مختلف آراء میں بٹ گئے تھے (۳۶)۔

صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ کا یہ موقف تھا کہ اراضی فوجیوں میں تقسیم کر دی جائے جبکہ دوسرا گروہ اس کا مخالف تھا۔ صحابہ کرامؓ کے ان دونوں گروہوں نے اپنے اپنے طور پر مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا:

> وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ [الأنفال ۸:۴۱]
>
> اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) مالِ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اہلِ قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

صحابہ کرامؓ کے پہلے گروہ کا یہ استدلال تھا کہ اس آیت میں مالِ غنیمت کے خمس کا حکم اور اس کے مصارف بیان ہوئے ہیں۔ بقیہ چار حصے فوجیوں کے لیے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔

دوسرے گروہ کے نزدیک مالِ غنیمت کے بقیہ چار حصوں کے حکم اور مصارف کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست چاہے تو فوجیوں میں اراضی تقسیم کر دے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر، بنو قریظہ اور بنو نضیر کی زمینیں تقسیم کیں اور چاہے تو نہ ایسا کرے بلکہ اراضی اصل باشندوں کے پاس رہنے دے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر (جزوی طور پر) اور اہلِ مکہ کے ساتھ کیا۔

حضرت عمرؓ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دوسرے گروہ کے ساتھ تھے جنہوں نے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ　[الحشر ۵۹: ۸ تا ۱۰]

اور اُن مفلسان تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔ (اور) اللہ کے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اُس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور (اُن لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے اُن کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ اُن کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور اُن کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور (اُن کے لیے بھی) جو اُن (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دُعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (و حسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت عمرؓ کا استدلال یہ تھا کہ مالِ غنیمت میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فوجیوں کے علاوہ موجودہ اور مستقبل کے غیر فوجیوں کو بھی شریک کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیات مالِ غنیمت کی تقسیم میں فوجیوں اور غیر فوجیوں کی تخصیص نہیں کرتیں۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے آیات فے: (لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ ......) کی روشنی میں اجتہاد کر کے مالِ غنیمت والی اس آیت (وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ ......) کی توضیح فرمائی اور اس کا معنی و مفہوم متعین کیا۔ تمام صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور

یوں اراضیِ عراق تقسیم نہیں کی گئی۔

محتمل الوجوہ نص کی کسی ایک وجہ کا تعین:

صحابہؓ کو ایسی صورت حال بھی پیش آئی کہ ان کے سامنے کسی مسئلہ کے حکم میں صریح نص تو موجود تھی مگر اس نص میں ایک سے زائد وجوہ کا احتمال پایا جاتا تھا۔ اس صورت میں انہوں نے صریح نص کے کسی ایک پہلو کا اجتہاد سے تعیین کر کے اس پہلو پر عمل کیا۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ احزاب (۵ھ) سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا:

لا يُصَلِّيَنَ احدَ العصر إلا في بني قريظة

کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ پہنچ کر

راستہ میں نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ کچھ صحابہؓ نے یہ خیال کر کے نماز پڑھ لی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہیں تھا کہ نماز قضا کریں۔ بعض صحابہؓ نے یہ کہا کہ وہ بنو قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ جب اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے کسی کو ملامت نہیں کی (۳۷)۔

یہاں نص ایک ہی ہے مگر صحابہ کرامؓ کے دو گروہوں نے اس نص کے حکم میں پائے جانے والے دو مختلف احتمالات پر عمل کیا۔ ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ کسی ایک احتمال کو اختیار کیا۔

نص کی عدم موجودگی میں عمومات وکلیات سے استدلال

کسی مسئلہ سے متعلق قرآن وسنّت سے کوئی نص سامنے نہ ہونے کی صورت میں حضرات صحابہ کرامؓ کا اسلوب وطریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن وسنّت کے عمومات اور کلیات سے استدلال کرتے اور اس طرح مسئلہ کا شرعی حکم دریافت کرتے۔ حضرت طارق بن شہابؒ (م ۸۳ھ) بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو غسل کی حاجت ہوئی اور انہوں نے پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے نماز نہ ادا کی۔ اس صحابی نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا جس نے ایسی صورت حال میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے بھی یہی فرمایا: تم نے درست کیا (۳۸)۔

اس مثال میں صحابی نے اپنے اجتہاد سے یہ موقف اختیار کیا کہ پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ غسل نہیں کرسکتا، لہذا ناپاک ہونے کی صورت میں وہ نماز نہیں پڑھے گا۔ دوسرے صحابی کے سامنے تیمم کا حکم موجود تھا جس نے اس صورت حال پر بھی حکمِ تیمم کا اطلاق کیا اور نماز ادا کر لی۔

ظاہر نص کو ترک کر کے علتِ خفی پر عمل

صحابہ کرامؓ نے ان مسائل میں بھی اجتہاد سے کام لیا جن کے بارے میں صریح نص اور حکم موجود تھا مگر انہوں نے حکم کو کسی علت سے معلول سمجھ کر نص اور حکم کا ظاہر ترک کر دیا اور علتِ خفی پر عمل کیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد لونڈی کے بارے میں لوگ ایک شخص پر تہمت لگاتے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس شخص کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اسے پانی میں نہاتے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے کھینچ کر باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا۔ آپ نے اسے قتل نہ کیا اور واپس آ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ شخص تو مجبوب ہے، اس کا آلہٗ تناسل نہیں ہے (۳۹)۔

اس واقعہ میں حضرت علیؓ نے بظاہر صریح حکم کے خلاف عمل کیا لیکن انہوں نے اس حکم کو ایک علت سے معلول سمجھا اور جب وہ علت نہ پائی تو حکم پر عمل نہیں کیا اور اس شخص کو قتل نہ کیا۔

نصوص کا ظاہری تعارض دُور کرنا

جب دو نصوص میں بظاہر تعارض پایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے اسے دور کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔ مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [البقرة ۲:۲۲۱]

اور (اے مومنو!) مشرکہ عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں، نکاح نہ کرنا

ایک اور آیت ہے:

وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ [المآئدة ۵:۵]

اور پاک دامن اہلِ کتاب عورتیں بھی (نکاح کے لیے حلال ہیں)

پہلی آیت مشرکہ عورتوں سے نکاح حرام قرار دیتی ہے۔ دوسری آیت میں کتابیہ سے نکاح کا جواز پایا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ (م ۸۴ھ) کے نزدیک پہلی آیت کتابیہ اور غیر کتابیہ تمام عورتوں کو عام ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتابیہ محصنات ہوں، بدکار نہ ہوں۔ یوں حضرت ابن عباسؓ نے بتا دیا کہ آیت [وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ] اس آیت [وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ] پر مرتب ہے اور کتابیہ عورتیں مشرکات سے مستثنیٰ ہیں (۴۰)۔

اجماع:

خلفائے راشدین کے ادوار میں یہ نظر آتا ہے کہ جب ایک خلیفہ راشد کوئی حکم نافذ کرتے تو اس حکم کے پیچھے صحابہ کرامؓ کا اتفاق و اجماع ہوتا تھا۔اس عہد میں ہمیں صحابہ کرام کے اجماعی فیصلے کافی ملتے ہیں۔لیکن کیا پہلے چاروں خلفائے راشدین کے زمانوں میں تمام فیصلے صحابہ کرامؓ کے اجماع کا نتیجہ ہوتے تھے،ایسا شائد مکمل طور پر نہیں ہے۔صحابہ کرامؓ کے ہاں چاروں خلفائے راشدین کا مقام و مرتبہ اور دینی احترام اتنا زیادہ تھا کہ اکثر امور میں خلفائے راشدین کی رائے کے سامنے صحابہ کرامؓ اپنی رائے پر زور نہیں دیتے تھے۔یوں کسی مسئلہ کا حکم اجماعی رنگ اختیار کر لیتا تھا۔لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لینا چاہئے کہ خلفائے راشدین کے سامنے دیگر صحابہ کرامؓ کی کوئی رائے نہیں ہوتی تھی۔صحابہ کرامؓ استفسار پر اپنی آراء کا برملا اظہار بھی کرتے تھے۔کئی اہم مسائل میں خلفائے راشدین نے کسی صحابی کی رائے کو مدلل اور وزنی جانتے ہوئے اسے اپنے حکم کی اساس بنایا۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں: یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خلافت راشدہ میں تمام فیصلے اجماعی ہوتے تھے۔حضرت ابو بکرؓ نے تقسیم غنیمت میں برابری کا اصول مدِّ نظر رکھا۔حضرت عمرؓ جب خلیفہ مسلمین مقرر ہوئے تو آپ مال غنیمت تقسیم کرتے وقت آزاد اور غلام،نسب اور اسلام میں سبقت کا لحاظ رکھتے تھے۔حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں تقسیم غنیمت میں آزاد اور غلام کا امتیاز ختم کر دیا تھا۔امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے حاکم کا حکم تسلیم کرتے تھے،خواہ ان کی رائے حاکم کی رائے کے خلاف ہو اور خواہ حاکم نے ان کی رائے کے خلاف حکم دیا ہو۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی طرف سے تمام احکام اجماع کی جہت سے ہوتے تھے(۴۱)۔

پہلے دو خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں شخصیات کی جلالت و شان کا اثر تھا کہ ان کے زمانہ خلافت میں اکثر اجتہادی فیصلے اجماع کا نتیجہ ہوتے تھے۔اس دور میں کسی حکم پر انعقادِ اجماع آسان تھا۔اکثر مجتہد صحابہؓ مدینہ منورہ میں تھے۔تاہم ایسا بھی نہیں تھا کہ کسی مسئلہ میں خلیفہ کی رائے کو فوراً مان کر اجماع منعقد ہو جاتا تھا بلکہ اختلافِ رائے کی اجازت تھی۔اختلافی مسائل میں فیصلہ ہو جانے تک مشورہ اور بحث جاری رہتی تھی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کا ارادہ فرمایا تو شروع میں حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی۔دونوں عظیم المرتبت حضرات نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔یہاں تک کہ سب لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی رائے پر متفق ہوگئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا:

فو اللّٰہ ما ھو إلا أن قد شرح اللّٰہ صدر أبی بکر فعرفت أنہ الحق (۴۲)

بخدا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا، پس میں نے جان لیا کہ حق یہی ہے۔

اس اجماعی فیصلہ کے بعد مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف لشکر کشی کی گئی۔ منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف قتال پر اجماعِ صحابہؓ منعقد ہوا تھا (۴۳)۔

عہدِ فاروقی میں عراق و شام کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم میں بعض صحابہ کرامؓ جو اس اراضی کی تقسیم نہیں چاہتے تھے، انہوں نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا۔ اس مسئلہ پر کئی دن بحث ہوتی رہی۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ بالآخر سب صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے موقف اور استدلال کے قائل ہو گئے (۴۴)۔

عہدِ خلافتِ راشدہ میں صحابہ کرامؓ مشورہ اور بحث کے بعد جس فیصلہ پر متفق ہو جاتے وہ اجماع کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ اس دور میں متعدد مسائل پر اجماع ہوا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت و خلافت (۴۵)۔ شراب نوشی کے جرم پر اسّی کوڑوں کی سزا (۴۶)، وہ معاملات جو عام طور پر مرد نہیں جانتے مثلاً ولادت وغیرہ، ان میں ایک عورت کی شہادت کا جواز (۴۷) اور ماں و باپ دونوں کی خالائیں اور چچیاں نکاح کے لیے حرام (۴۸) وغیرہ۔

اگر کسی مسئلہ میں صحابہؓ کی متفقہ رائے ظاہر نہ ہوتی تو غالب رائے اختیار کی جاتی، جیسے جنگِ صفین (۳۷ھ) کے موقع پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بطور حَکَم تقرر کثرتِ رائے سے ہوا تھا (۴۹)۔

مصلحتِ عامہ

صحابہ کرامؓ نے متعدد مسائل میں مصلحتِ عامہ کو بنیاد بناتے ہوئے احکام کا استنباط کیا۔ اجتہاد کے اس اسلوب میں صرف مصلحت عامہ کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور پھر حضرت عثمانؓ کے دور حکومت میں امیر المومنین کی طرف سے قرآن پر مامور کمشن کو یہ ہدایت جاری کی گئی کہ ''تمہارے اور حضرت زید بن ثابتؓ کے مابین قرآن کے کسی حصہ پر اختلاف ہو (یعنی یہ کہ اسے کس طرح لکھا جائے) تو اسے قریش کی زبان میں لکھا جائے کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔'' (A-۴۹) لہٰذا قرآن مجید میں جن مقامات کے تلفظ اور انہیں لکھنے پر اختلاف ہوا وہ سب حکمِ عثمانی کے مطابق لغتِ قریش پر لکھ دیئے گئے۔ جو سرکاری نسخہ تیار ہوا اس کی نقلیں سارے علاقوں کو بھجوادی گئیں اور دیگر تمام نسخے نذرِ آتش کر دیئے گئے تھے (۵۰)۔

حضرت عمرؓ نے ایک مقتول کے بدلہ میں قاتل گروہ کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا (۵۱)۔ آپ نے کاریگروں کے پاس سامان ضائع ہونے پر مالکان کو معاوضہ دلوایا (۵۲)۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی موقف تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے لیے یہی مناسب ہے (۵۳)۔ حضرت عمرؓ نے اہل مدینہ کی ملکیتی چراگاہ کو سرکاری تحویل میں لے لیا (۵۴)۔ آپ نے عراق کی مفتوحہ زمین مسلمانوں میں تقسیم نہیں کی (۵۵)۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں نمازِ جمعہ کے لیے ایک اذان کا اضافہ کیا گیا (۵۶) اور خاوند کی طرف سے مرض الموت میں طلاق دینے پر مطلقہ کو وراثت میں حصہ دار بنانے کا حکم جاری کیا گیا (۵۷)۔

سدِّ ذریعہ

صحابہ کرامؓ نے تشریعی امور کی انجام دہی میں سدِّ ذریعہ کا اسلوب بھی اختیار کیا۔ انہوں نے کئی ایسے امور پر پابندی لگائی جو بذاتِ خود جائز تھے لیکن مفاسد کا ذریعہ بنتے تھے۔ لہٰذا سدِّ ذریعہ کے طور پر ایسے امور کے خلاف احکام جاری کیے گئے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے وہ درخت کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان (۶ ھ) لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افواہ پہنچی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں تو آپ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

> لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ [الفتح ۴۸:۱۸]
>
> (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہوا۔

لوگوں نے اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ حضرت عمرؓ ڈرے کہ لوگوں میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے، آپ نے وہ درخت کٹوا دیا اور فرمایا:

> إنما هلک من کان قبلکم بهذا یتبعون آثار انبیائهم فاتخذوها کنائس و بیعا (۵۸)
>
> تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوگئے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کا اتباع کرتے تھے، پھر انہوں نے ان آثار کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک حکم جاری کر کے کتابیہ سے نکاح پر پابندی عائد کر دی اور فرمایا: میں ڈرتا ہوں تم ان میں سے بدکار عورتوں میں پھنس جاؤ گے (۵۹)۔

آپ نے بیک وقت دی گئی تین طلاق کو تین طلاق شمار کیا اور فرمایا کہ لوگوں نے اُس کام میں جلدی کرنا شروع کر دی ہے جس میں ان کو مہلت ملی تھی، لہذا ہم اس کو اگر جاری کر دیں تو مناسب ہے(۶۰)۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں اسے واجب نہ سمجھ لیا جائے (۶۱)۔

صحابہ کرامؓ نے فقہی میدان میں جو کاوشیں کیں ان کا مطالعہ اوپر لیا جا چکا ہے مگر ان کاوشوں کے کچھ دوسرے گوشے بھی ہیں۔ انہوں نے فقہ اسلامی کے اساسی ماخذ قرآن مجید کی تفسیر کی۔انہوں نے آیات کے اسبابِ نزول کو بھی بیان کیا۔صحابہ کرامؓ نے یہ بھی بتایا کہ آیات میں سے کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ۔ انہوں نے امم سابقہ کے قوانین سے بھی آگاہ کیا۔صحابہ کرامؓ کی یہ جہود بھی فقہ اسلامی میں ایک اہم مقام و مرتبہ رکھتی ہیں۔ ان جہود سے احکام مزید واضح ہوئے۔ ایک اسلامی ریاست کی قانون سازی میں یہ جہود اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔

تفسیرِ نصوص

صحابہ کرامؓ نے تفسیرِ نصوص جیسا کام بھی کیا۔ایک رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پورے قرآن کی تفسیر فرمادی تھا۔امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) یہ رائے رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اللہ کی کتاب قران مجید کے الفاظ اور معانی کی وضاحت فرمادی تھی (۶۲) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ [النحل ۱۶:۴۴]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان کردیں جو کتاب ان پر اتاری گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تفسیری اقوال کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی دلیل کتب احادیث میں موجود تفسیری روایات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصطلاحی معنوں میں مفسر نہیں تھے کہ قرآن کی لغوی تشریح اور تمام آیات کا سیاق وسباق بیان فرماتے۔ البتہ آپ نے مجمل الفاظ کا بیان فرمایا جن کی تفصیل قرآن میں نہیں تھی۔مثلاً حضرت مالک بن الحویرثؓ (م ۶۴ھ) کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں فرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی (۶۳)

نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے تم دیکھتے ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ (م ۷۸ھ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے بارے میں فرمایا:

یا ایّها النّاس خذوا مناسککم (۶۴)

اے لوگو! مناسکِ حج (مجھ سے) سیکھ لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل الفاظ کی توضیح بھی فرمائی۔ مثلاً حضرت عدی بن حاتمؓ (م ۶۷ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی آیت :حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ[البقرہ ۲:۱۸۷] (یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے) نازل ہوئی تو میں نے سیاہ اور سفید دونوں رنگ کی رسیاں لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں۔ میں رات کو دیکھتا رہا لیکن ان کا رنگ ظاہر نہ ہوسکا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور یہ بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنما ذلک سواد اللیل و بیاض النهار (۶۵)

اس کا مطلب رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے

ہر مجمل اور ہر مشکل کا بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم نہیں تھا، جیسے یہ آیت ہے:

لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ [الطلاق ۶۵:۷]

صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔

نفقہ اور وسعت کی تحدید نہیں ہوسکتی۔ نفقہ عرف میں بدلتا رہتا ہے اور وسعت کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے ایک قول سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مجمل اور مشکل کا بیان نہیں فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بیان فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے زیادہ پسند تھا: ایک کلالہ، دوسرا ربا اور تیسری خلافت (۶۶)۔

عہدِ نبوی میں کسی صحابی کو جن آیات کا اشکال ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی وضاحت فرما دی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد توضیح و تفسیر کے نئے تقاضے پیدا ہوئے جن کے تحت صحابہ کرامؓ نے تفسیری جہود فرمائیں۔ اس کام میں بعض صحابہ کرامؓ بہت نمایاں ہوئے۔

جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے دس مفسرین ہیں: خلفائے راشدینؓ،

حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ خلفائے اربعہ میں سب سے زیادہ تفسیری اقوال حضرت علیؓ کے ہیں، باقی تینوں سے تفسیری اقوال بہت کم ہیں (۶۷)۔

زرکشیؒ (م۷۹۴ھ) لکھتے ہیں کہ صحابہ ؓ میں بڑے مفسرین حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول تفسیری روایات حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں (۶۸)۔

ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہؓ سے بھی تھوڑی بہت تفسیری روایات ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرۃ ؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایسی تفسیری روایات ہیں جو قصص، فتن اور اخبارِ آخرت سے تعلق رکھتی ہیں (۶۹)۔

معلوم ہوا کہ قرآنی نصوص کی توضیح وتفسیر میں زیادہ نمایاں کام تین صحابہ کرام ؓ کا ہے: حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ۔

صحابہ کرامؓ نے قرآنی الفاظ اور آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ مثلاً قران مجید کی آیت ہے:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً [النساء ۴:۴۳]

یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔

یہاں ''لمس'' کی تفسیر حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک ہاتھ سے چھونا ہے، جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ اس سے جماع مراد لیتے ہیں (۷۰)۔

تابعی عروۃ بن الزبیرؒ (م۹۴ھ) نے حضرت عائشہؓ سے قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب پوچھا:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ [النساء ۴:۳]

اور اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہوں (تو ان سے نکاح کرلو)۔

حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا: اے میرے بھتیجے! اس آیت سے مراد ہے کہ یتیم لڑکی ولی کی پرورش میں ہو اور اس کے مال میں شریک ہو۔ ولی لڑکی کے حسن و جمال کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا چاہے لیکن اس کے مہر میں نصاف نہ کرے اور اتنا مہر نہ دے جو دوسرے لوگ دینے کو تیار ہوں تو ان لوگوں کو ایسی لڑکیوں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا، سوائے اس کے کہ جب وہ انصاف کریں اور انہیں

پورا مہر دینے پر راضی ہوں تو پھر ان عورتوں میں سے جو پسند آئے ان سے نکاح کر لیں (۷۱)۔

اسبابِ نزول کا بیان

صحابہ کرامؓ نے آیات کے اسبابِ نزول بیان فرمائے۔ اس بیان کے مختلف مواقع تھے:

۱۔ کسی سوال کے جواب میں سببِ نزول بیان کرنا جیسے تابعی سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) نے حضرت ابن عباسؓ سے سورت الانفال کا سببِ نزول پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سورت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی (۷۲)۔

۲۔ کسی نے ازخود ایک آیت سے کوئی مقصود و مراد لے لیا پھر تصحیح کے لیے پوچھا۔ صحابی نے اس سوال کے جواب میں سببِ نزول بیان کیا۔ مثلاً ایک دن مروان بن الحکمؒ (م ۶۵ھ) جو کہ مخضرم تھے یعنی آپ کی ولادت تو عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے ملاقات نہیں ہوئی (بعض علماء کے نزدیک نبی اکرم ﷺ سے مروان بن الحکم کی صحبت ثابت ہے) آپ نے اپنے ملازم سے کہا: حضرت ابن عباسؓ سے معلوم کرو کہ جو شخص اس چیز سے خوش ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت اسے عطا کی گئی ہے اور بغیر کوئی کام کیے اپنی تعریف کو اچھا خیال کرے تو اس کو آخرت میں عذاب ہوگا؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہم سب کو ضرور عذاب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تم کو اس بات سے کیا سروکار؟ تم جس آیت سے یہ خیال دل میں لائے ہو، تو وہ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور اس سے کوئی بات پوچھی۔ یہودیوں نے اصل بات چھپا لی اور غلط بات بیان کر دی۔ وہ اپنے اس کتمان پر خوش ہوئے اور اس بات پر بھی خوش ہوئے کہ سوال کا جواب دینے پر ان کی تعریف کی جائے گی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں (۷۳):

> وَاِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ. لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْم [آل عمران ۳:۱۸۷۔۱۸۸]
>
> اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی، اقرار لیا کہ (اس میں جو کچھ لکھا ہے) اسے لوگوں کو صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت

حاصل کی۔ یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں بُرا ہے۔ جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے ہیں ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے خلاصی پا جائیں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

۳۔ کسی آیت کی غلط تفسیر کے رد میں سببِ نزول بیان کیا گیا تا کہ آیت کی صحیح تفسیر سامنے آئے۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: ایک شخص مسجد میں قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کر رہا ہے۔ وہ قرآن مجید کی آیت: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ[الدخان ۴۴:۱۰] (تو اُس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دُھواں نکلے گا) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے ایک دھواں آئے گا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: کسی کو معلوم ہو تو وہ بیان کرے، لیکن جسے معلوم نہ ہو تو اسے چاہیے وہ کہہ دے: اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط کے سالوں کی بددعا دی۔ ان پر قحط اور سختی آئی یہاں تک کہ وہ ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوئے۔ اُن دنوں آدمی جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو اسے بھوک کی سختی کی وجہ سے اپنے اور آسمان کے درمیان ایک دھوئیں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا (۴۷)۔

۴۔ بعض اوقات کسی آیت کے سببِ نزول کا بیان حکم کے صحیح استنباط اور حکم کے نفاذ کے لیے ضروری تھا۔ وہ صحابہ کرامؓ جنہیں اسبابِ نزول کے مشاہدہ کے مواقع نہیں ملے تھے، انہیں بعض اوقات سببِ نزول کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے استنباطِ حکم اور مقصودِ آیت میں غلطی ہو جاتی تھی۔ مثلاً حضرت قدامہ بدریؓ (م۳۶ھ) کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں بحرین کا گورنر بنایا تو حضرت جارودؓ (م ۶۱ھ/۶۲ھ) نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ حضرت قدامہؓ نے شراب پی ہے اور انہیں نشہ ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس پر گواہ طلب کیا۔ حضرت جارودؓ نے بطور گواہ حضرت ابو ہریرۃؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہؓ کو فرمایا: میں تمہیں کوڑے ماروں گا۔ حضرت قدامہؓ نے کہا: اللہ کی قسم! جب کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں، اگر میں نے شراب پی بھی ہے تب بھی آپ کو حق نہیں کہ مجھے کوڑے ماریں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: کیوں؟ اس پر حضرت قدامہؓ نے اپنے دفاع میں یہ آیت پڑھی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ[المآئدۃ ۵:۹۳]

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن پر اُن چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ اُنہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ آیت سنانے کے بعد حضرت قدامہؓ نے کہا: میں انہی لوگوں میں سے ہوں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم لوگ اس کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ آیات ان لوگوں کے عذر میں نازل ہوئی تھیں جو حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اس حکم کے بعد والوں پر یہ آیات حجت ہیں (۵۷)۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [المآئدة ۵:۹۰]

اے ایمان والو! شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں، سو اِن سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

۵۔ آیات کا ظاہری تعارض دور کرنے کے لیے آیات کے اسبابِ نزول بیان فرمائے جس سے ان آیات میں پایا جانے والا ظاہری تعارض دور ہوگیا۔ مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا [النساء۴:۹۳]

اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اُس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اُس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَایَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا. یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ یَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [الفرقان ۲۵ : ۶۸–۷۰]

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دُونا عذاب ہوگا اور ذلّت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

پہلی آیت [وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا] اس بات پر نص ہے کہ مسلمان کو ارادتاً قتل کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسری آیات [وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ] سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ مقبول ہے۔ یوں بظاہر ان دونوں آیات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) نے حضرت عبداللہ بن ابن عباسؓ سے [وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا] اور [وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ] کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: پہلی آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ دوسری آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا معنی ہے کہ اگر کسی نے ایامِ جاہلیت میں یہ فعل کیا لیکن مسلمان ہونے کے بعد اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول ہے(۷۶)۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ آیت اس وقت اتری جب مکہ والوں نے کہا کہ ہم تو شرک بھی کرتے رہے، ناحق قتل بھی کیے اور بے حیائی کے کام بھی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل کی: [اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا] (۷۷)۔

حضرت ابن عباسؓ نے سببِ نزول بتایا جس سے دونوں آیات میں ظاہری تعارض دور ہوگیا۔

ناسخ ومنسوخ کا بیان

آیات کے ناسخ ومنسوخ میں بھی اقوالِ صحابہؓ ملتے ہیں جن سے اس امر کی طرف نشاندہی ہوتی ہے کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی اور کون سی بعد میں، کون سی آیت مکہ میں اتری اور کون سی مدینہ میں

اور کس آیت کا حکم کس آیت سے منسوخ ہوگیا ہے۔ ناسخ و منسوخ کے بیان سے آیات کے احکام متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

قرآن مجید کی آیت ہے:

وَالَّذِ يْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَ رُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا[البقرۃ ۲: ۲۳۴]

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں

اس آیت کی رو سے ہر وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدّت چار ماہ دس دن ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [الطلاق ۶۵: ۴]

اور حمل والی عورتوں کی عدّت وضع حمل تک ہے

یہ آیت حاملہ عورتوں کی عدّت وضعِ حمل بیان کرتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حاملہ جس کا خاوند فوت ہو جائے، وہ عورت وضعِ حمل کے بعد عدّت سے نکل جاتی ہے، کیونکہ دوسری آیت [وَاُوْلَاتُ الْاَحْمَالِ] پہلی آیت [وَالَّذِ يْنَ يُتَوَفَّوْنَ] کے بعد اتری ہے(۷۸)۔

ایک اور روایت میں حضرت ابن مسعودؓ کے الفاظ ہیں کہ چھوٹی سورت النساء (یعنی سورت الطلاق) بڑی سورت النساء (یعنی سورت البقرۃ) کے بعد نازل ہوئی ہے(۷۹)۔

قوانینِ امم سابقہ کا بیان

آثارِ صحابہؓ سے گزشتہ امتوں کے قوانین بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اممِ سابقہ پر کیا احکام نازل کیے تھے اور کون سے ایسے احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں دیئے اور وہ ہمیں عطا ہوئے ہیں۔ ان آثار سے یہ معلوم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے کہ سابقہ امتوں پر قوانین الٰہی سخت تھے جب کہ امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی کہ ان کے لیے قوانین میں تخفیف برتی گئی ہے۔

مثلاً حضرت ابن عباس ؓ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا قانون تھا، ان میں دیت کا قانون رائج نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ حکم (البقرۃ۲: ۱۷۸) نازل فرمایا کہ تم پر قتل

کے معاملات میں قصاص فرض ہے۔جان کے بدلے جان، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اورعورت کے بدلے عورت۔اگر دیت دینا چاہو تو مقتول کے ورثاء کو چاہیے کہ معروف طریقے سے اسے مقرر کر لیں اور قبول کر لیں اور قاتل کو اچھی طرح دیت ادا کرنی چاہیے۔ یہ دیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔تم سے پہلے لوگوں پر صرف قصاص کا حکم تھا۔لہذا اس کے بعد بھی کوئی اگر زیادتی کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے یعنی دیت قبول کرنے کے بعد اگر وہ قتل کرے (۸۰)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کا قول ہے کہ جب بنی اسرائیل کے کسی شخص کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اسے کاٹ ڈالتا تھا (۸۱)۔

صحابہؓ کے اجتہادات اور ان کے تشریعی کردار کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ امورِتشریع اور مقاصدِ شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ میں رہ کر استنباطِ احکام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ وہ ان مقاصد کو اچھی طرح جانتے تھے جن پر احکام کی بنا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے صحابہ کرامؓ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر صحابی نے توفیقِ الٰہی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، فتاویٰ اور فیصلوں کا مشاہدہ کیا، انہیں سمجھا، یاد کیا اور قرائن سے ہر ایک کی وجہ معلوم کی۔انہوں نے معلوم امارات وقرائن سے بعض کو اباحت و جواز پر محمول کیا اور بعض کی نسبت اندازہ کیا کہ وہ منسوخ ہیں۔انہوں نے طرقِ استدلال کی جانب زیادہ توجہ نہ کی بلکہ ان کے نزدیک زیادہ اچھی بات یہ تھی انہیں اطمینان حاصل ہو (۸۲)۔

صحابہ کرامؓ کی تشریعی مہارت کے بارے میں شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے شریعت اور تیسیر کے قوانین واصول اور احکامِ دین کو امر و نہی کے مواقع دیکھ دیکھ کر حاصل کر لیا تھا، جس طرح کسی طبیب کے پاس بیٹھنے والے لوگ طویل میل جول اور محنت سے ان دواؤں کے فوائد سے آگاہ ہو جاتے ہیں جن کے استعمال کا طبیب حکم دیتا ہے۔صحابہ کرامؓ کو ان امور سے متعلق اعلیٰ درجہ کی واقفیت تھی (۸۳)۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات مزاجِ نبوت کے قریب تر تھے۔ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں

کہ کسی مسئلہ میں صحابیؓ کا اجتہاد حکمِ نبوی کے عین مطابق نکلا۔ صحابی کو جب خبر دی جاتی کہ انہوں نے جو اجتہاد کیا، ویسا ہی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں مسئلہ میں فرما چکے ہیں تو وہ صحابی خوش ہوتے اور شکر ادا کرتے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے مہاجرین، انصار اور قریش کے بزرگ صحابہؓ سے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ فرمایا کہ ملکِ شام جہاں وبا پھیل چکی تھی، اس کی طرف مزید پیش قدمی نہ کی جائے اور واپس چلے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ (م۱۸ھ) نے فرمایا: کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (م۳۱ھ) نے بعد میں آ کر بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

إذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه و اذا وقع بأرض و انتم بها فلا تُخرجوا فراراً منه.

جب تم کسی جگہ کے متعلق سنو کہ وہاں وبا پھیل گئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار ہو کر نہ نکلو۔

اس پر حضرت عمرؓ نے شکر ادا کیا اور واپس ہو گئے (۸۴)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس عورت کے بارے میں جس کا خاوند مہر متعین ہونے اور صحبت کرنے سے قبل فوت ہو گیا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کو مہرِ مثل ملے گا، وہ میراث میں حق دار ہو گی اور عدّت گزارے گی۔ جب انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بروع بنت واشقؓ کے معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کیا ہے تو آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ آپ کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہو گیا ہے (۸۵)۔

یہ ہے صحابہ کرامؓ کے اجتہادات اور ان کے اختیار کردہ اسالیب کا ایک اجمالی مطالعہ۔ اس مطالعہ کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابہ کرامؓ نے کارِ نبوت کو جاری رکھا۔ یہ مقالہ کارِ نبوت کے صرف ایک شعبہ یعنی غیر منصوص مسائل کے شرعی حکم کی دریافت میں صحابہ کرامؓ کی فقہی مساعی پر محیط ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبوت نہیں ہے مگر کارِ نبوت محمدی جاری رہیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے یہ ذمہ داری کامیابی اور احسن انداز سے نبھائی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا اس لیے کہ وہ انسانوں میں سے سب سے بڑے مقنن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے قابل ترین اور لائق ترین جانشین تھے۔صحابہ کرامؓ نے اپنے بعد تشریعی امور پر مامور افراد و ادارے دونوں کے لیے بہترین اجتہادی منہج چھوڑا ہے۔

فقہاء صحابہ کے اختیار کردہ اسالیب اجتہاد پر طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی بھی نئے اور غیر منصوص انسانی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرتے وقت قرآن و سنت سے تمسک پر شدت سے عمل پیرا رہے۔ان دونوں سے حکم نہ پانے پر وہ صالحین کے مشوروں اور فیصلوں سے راہنمائی حاصل کرتے۔اگر وہاں سے بھی فوری مسئلہ کا حل نہ ملتا تو پھر وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔ وہ اپنی رائے پر نص کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے اس لیے کہ اسلامی تشریع میں قرآن و سنت سب سے بالاتر ہیں۔اوّل تو صحابہ کرامؓ اپنی فقہی رائے کے اظہار سے اجتناب برتتے تھے لیکن ناگزیر صورت میں ان کی یہ رائے کسی نہ کسی دلیل وعلم پر مبنی ہوتی تھی۔ان کا عمومی اجتہادی رویہّ یہ تھا کہ وہ مفروضات پر اپنی آراء نہیں بتایا کرتے تھے بلکہ وقوع پذیر ہونے والے مسائل ہی ان کے اجتہادات کا موضوع ہوتے تھے۔

نبوی تربیت نے حضرات صحابہ کرامؓ میں یہ ملکہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ شریعت اسلامی کی روح تشریع اور اس کے عمومات وکلیات کا مکمل ادراک رکھتے تھے۔اس خداداد صلاحیت سے وہ غیر منصوص حکم کی تلاش میں کامیاب ہوئے۔انہوں نے شرعی نصوص کی تفسیر و توضیح اور ان کے معنی و مفہوم کے تعین سے بھی مسائل کا حل کامیابی سے ڈھونڈا۔انہوں نے اجماع، قیاس، مصلحتِ عامہ، سدِّ ذریعہ جیسے اہم سالیب پر عمل کرتے ہوئے اپنے وقت کی قانونی ضرورتیں پوری کیں۔ وہ نصوص کے اسبابِ نزول اور ان کے ناسخ ومنسوخ سے اچھی طرح آگاہ تھے۔لہٰذا حکم کے صحیح استنباط اور نفاذ کے لیے انہوں نے اسبابِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم سے بھی استفادہ کیا۔صحابہ کرامؓ نہ صرف قرآن و سنّت کی قانونی نصوص جانتے تھے بلکہ وہ امم سابقہ کی شریعتوں اور ان کے قوانین سے بھی آگاہ تھے۔وہ ایک وسیع فقہی و قانونی ذہن کے مالک تھے۔وہ شریعت کی نصوص سے آگاہی کے ساتھ ساتھ انسانی مسائل کے بھی نبض شناس تھے۔

صحابہ کرامؓ جیسے فقہی و قانونی نباض آج اور مستقبل کے ماہرین قانون اور قانون ساز اداروں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے فقہاء صحابہ کرامؓ اور ان کے اجتہادی و قانونی کارناموں کو ان افراد و اداروں تک پہنچایا جائے جو قانون سازی سے وابستہ ہیں۔اس موضوع پر مزید مقالہ جات لکھے جائیں، کتابیں تیار کی جائیں، ان کی اجتہادی مساعی پر مواد کو قانونی تدریس کے نصاب میں شامل

کیا جائے، اس موضوع پر سیمینار منعقد کیے جائیں اور انٹرنیٹ کی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھایا جائے۔فقہاء صحابہ کرامؓ اور ان کی اجتہادی کاوشیں ہر دور کے قانونی مسائل اور ان کی پیچیدگیاں دور کرنے میں بہترین نظائر ثابت ہوسکتی ہیں کیونکہ وہ بیشک سب سے بڑے مقنن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت یافتہ تھے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ابوزہرہ، محمد، ابوحنیفۃ: حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقھہ، ابوحنیفۃ۔ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقھہ، دارالفکر العربی، سال اشاعت ندارد ص ۹۳

۲۔ دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام (م ۲۵۵)، سنن الدارمی، باب التقیا و مافیہ من الشدۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندار ج ۱، ص۵۸۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی (م ۴۵۸ھ، **السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی،باب ما یقضی بہ القاضی**، دار الفکر، بیروت، سال اشاعت ندارد ج ۱۰، ص ۱۱۴-۱۱۵۔ ابن قیم، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ دمشقی حنبلی (م ۷۵۱ھ)، **اعلام الموقعین عن رب العالمین**، دارالجیل للنشر و التوزیع و الطباعۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد ج ۱، ص ۶۲

۳۔ **السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی**......ج ۱۰، ص۱۱۵

۴۔ ابن سعد، ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع بصری (م ۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبریٰ**، دار صادر، بیروت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء ج ۳، ص۲۸۹

۵۔ **السنن الکبریٰ ،کتاب آداب القاضی ،باب ما یقضی به القاضی ...... ج ۱۰ ، ص ۱۱۵**
اعلام المؤقعین ج ۱ ، ص ۶۲

۶۔ **اعلام المؤقعین ج ۱ ، ص ۸۶**

۷۔ نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (م۳۰۳ھ)، **سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم باتفاق اهل العلم**، دار المعرفة بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء ج ۸، ص۲۲۳

۸۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن سلام (م۴۶۳ھ)، **جامع بیان العلم و فضله**، دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة،۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء ج ۲، ص ۸۴۶۔ **سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیه من الشدة ج ۱ ، ص ۶۰**

۹۔ **الطبقات الکبریٰ ج ۴، ص ۱۴۶**

۱۰۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی (م ۳۷۰ھ)، **الفصول فی الأصول**، وزارة الأوقاف و الشئون الإسلامیة ،التراث الإسلامی ،کویت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء+۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء ج ۳، ص ۱۴۰

۱۱۔ شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلوی (م۱۱۷۶ھ)، **حجة اللّٰه البالغة**، دارالتراث، قاهرة ۱۳۵۵ھ ج ۲، ص ۱۳۲

۱۲۔ **سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم با تفاق اهل العلم ج۸، ص۲۲۲**

۱۳۔ **السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی به القاضی...... ج ۱۰ ، ص ۱۱۵**

۱۴۔ **الطبقات الکبریٰ ۳۶۶/۲. جامع بیان العلم و فضله ۸۴۹/۲۔ سنن الدارمی، باب الفتیا و مافیه من الشدة ج ۱ ، ص ۵۹۔**
شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف (م ۴۷۶ھ)، **طبقات الفقهاء**، دارالرائد العربی، بیروت لبنان، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۳۹۔
السنن الکبریٰ، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی به القاضی...... ج ۱۰ ، ص ۱۱۵

۱۵۔ دبوسی، ابوزید عبید اللہ بن عمرو بن عیسیٰ (م ۴۳۰ھ)، **تقویم الأدلة** ، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان + مکتبة عباس احمد الباز مکة المکرمة ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء ص ۱۸۸

۱۶۔ **سنن النسائی، کتاب القسامة، باب دية جنین المرأة ج۸، ص۴۷**

۱۷۔ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی ازدی (م ۲۷۵ھ)، **سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب دية الجنین**، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء ج۳، ص۱۹۶

۱۸۔ **تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی یصیب و یخطی**، دارالفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء ج۶، ص۶۸، ۶۹

۱۹۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۳ھ)، **سنن ابن ماجه** شرح الإمام ابو الحسن الحیفی المعروف بالسندی (م ۱۱۳۸ھ)، **کتاب التجارات، باب من قال لا ربا إلا فی النسیة**، دار المعرفة، بیروت لبنان، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء ج۳، ص۶۴-۶۵

۲۰۔ ربائب جمع ہے ربیہ کی اور اس سے مراد وہ لڑکی ہے جو ایک شخص کے گھر میں پرورش پائے جو اس کی بیوی کے پہلے خاوند سے ہو۔ ایسی لڑکی سے نکاح محض ان کی ماں سے عقد نکاح کی بنا پر حرام نہیں ہے بلکہ ربیہ سے نکاح اس وقت حرام ہے جب اس کی ماں سے عقد نکاح کے بعد تعلق زن وشو بھی قائم کرلیا گیا ہو۔ لیکن اگر وہ شخص اپنی بیوی سے تعلق زن وشو قائم کیے بغیر اسے طلاق دے دیتا ہے تو یہ لڑکی نکاح کے لیے اس پر حرام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَ رَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ [النساء ۴:۲۳]

اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنھوں نے تمہاری گود میں پرورش پائی ہے، ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشو ہو چکا ہو۔

۲۱۔ مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)، الموطا، کتاب النکاح، باب ما لا یجوز من نکاح الرجل أم امرأته، دارالحدیث، شارع جوهر القائد امام جامعة الأزهر، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء ص۴۲۱

۲۲۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/ ۱۲۰ ۱ ۔ اعلام المؤقعین ج ۱، ص ۳۴

۲۳۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/ ۱۲۶ ۱ ۔ اعلام المؤقعین ج ۱، ص ۳۴

۲۴۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)، صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر......، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، طبع دوم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ ج ۲، ص ۸۶۷

۲۵۔ الطبقات الکبریٰ ۴/ ص ۱۶۸

۲۶۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم حنفی (م ۱۸۲ھ)، کتاب الآثار، تحقیق ابو الوفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت+ المکتبة الأثریة، جامع مسجد اہلحدیث باغ والی، سانگلہ ہل پاکستان، سال اشاعت ندارد۔ ص ۲۰۰

۲۷۔ سنن الدارمی، باب کراهیة الفتیا ج ۱، ص ۵۰

۲۸۔ اعلام المؤقعین ج ۱، ص ۷۱-۷۲

۲۹۔ سنن الدارمی، باب هاب الفتیا و کره التنطع و التبدع ج ۱، ص ۵۶

۳۰۔ الطبقات الکبریٰ ج ۳، ص ۵۰۰

۳۱۔ محمد خضری بک، تاریخ التشریع الإسلامی، دارالفکر ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء ص ۹۷

۳۲۔ سنن النسائی، کتاب الإمامة، باب إمامة اهل العلم و الفضل ج ۱، ص ۹۰ ۴

۳۳۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب و جوب الزکوٰۃ ج ۱، ص ۱۸۸۔ ایضاً، کتاب الإعتصام، باب الإقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ج ۲، ص ۱۰۸۱

۳۴۔ السنن الکبریٰ، کتاب الأشربة و الحد فیها، باب ما جاء فی حد الخمر ج ۸، ص ۳۲۱

۳۵۔ الموطا، کتاب الأشربة، باب الحد فی الخمر ص ۶۴۲

۳۶۔ ملاحظہ ہو: ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۳۵۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الأنصاری (م ۶۷۱ھ)، الجامع لأحکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت + انتشارات ناصر خسرو، طہران، ایران، سال اشاعت ندارد ج ۸، ص ۴

۳۷۔ صحیح البخاری، کتاب صلٰوۃ الخوف، باب صلٰوۃ الطالب والمطلوب ج ۱، ص ۱۲۹

۳۸۔ سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب فیمن لم یجد الماء ولا الصعید ج۱، ص۱۸۸

۳۹۔ مسلم بن الحجاج، ابوالحسین قشیری (م ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب برآۃ حرم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الریبۃ، دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاہ+دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد ج ۴، ص ۱۲۳۹

۴۰۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی (م ۳۷۰ھ)، احکام القرآن، ومن سورۃ البقرۃ، باب نکاح المشرکات، سہیل اکیڈمی، لاہور پاکستان ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء ج ۱، ص۳۳۲

۴۱۔ شافعی، محمد بن ادریس، امام (م۲۰۴ھ)، الأم مع مختصر المُزنی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ج۱، ص۱۷۷

۴۲۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ ج ۱، ص ۱۸۸

۴۳۔ سمعانی، ابوالمظفر منظور بن محمد بن عبدالجبار شافعی (م ۴۸۹ھ)، قواطع الأدلۃ فی الأصول، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء ج ۱، ص ۵۷۵ ۴۔ سمرقندی، علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابی احمد (م ۵۳۹ھ)، میزان الأصول فی نتائج العقول، تحقیق الدکتور محمد زکی عبدالبر، مکتبۃ دار التراث، قاھرۃ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء ص ۵۲۷

۴۴۔ ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۳۵۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی (م ۳۷۰ھ)، اصول الجصاص المسمیٰ الفصول فی الأصول، تحقیق الدکتور محمد محمد تامر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء ج ۲، ص ۱۲۲۔ سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل حنفی (م ۴۵۰ھ)، المحرر فی اصول الفقہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء ج ۱، ص ۲۲۶

۴۵۔ میزان الأصول ص ۵۲۷. المحرر فی اصول الفقہ ج ۱، ص ۲۲۶

۴۶۔ میزان الأصول ص ۵۲۷۔ اصول الجصاص ۲/ص ۱۲۳. المحرر فی اصول الفقہ ج ۱، ص ۲۲۶

۴۷۔ اصول الجصاص ج۲، ص۱۲۳   ۴۸۔ اصول الجصاص ج۲، ص۱۲۲

۴۹۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو حَکَم بنانا چاہا تھا لیکن لوگوں نے کہا: ہم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاوہ کسی پر راضی نہیں ہوں گے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: اصنعوا ما شئتم . یعنی تم جو چاہو کرو۔ تفصیل ملاحظہ ہو: البدایۃ والنھایۃ، المکتبۃ القدوسیۃ، اردو بازار لاہور ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء ۷/ص ۲۷۵ ومابعد

۴۹-A۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول القرآن بلسان قریش والعرب قرآناً عربیاً بلسان عربی مبین.

۵۰۔ شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ مالکی (م ۷۹۰ھ)، الإعتصام، دار الفکر، سال اشاعت ندارد ج ۲، ص ۱۱۵۔ ابن قیم، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ دمشقی حنبلی (م ۷۵۱ھ)، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، المؤسسۃ العربیۃ للطباعۃ والنشر، قاھرۃ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء ص ۲۱

۵۱۔ السنن الکبریٰ، کتاب الجنایات، باب النفر یقتلون الرجل ج۸، ص۴۱

۵۲۔ ہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین برہان فوری (م ۹۷۵ھ)، **کنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال**، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء حدیث نمبر ۹۱۷۳ ج ۲، ص ۹۲۲

۵۳۔ **السنن الکبریٰ، باب ماجاء فی تضمین الأجرة ج۶، ص۱۲۲**

۵۴۔ **صحیح البخاری، کتاب الجهاد ، باب اذا أسلم قوم فی دار الحرب ج ۲، ص ۴۳۰**

۵۵۔ ابوعبید، القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)، **کتاب الأموال**، تحقیق محمد خلیل هراس، مکتبة الکلیات الأزهریة، الأزهر+ دار الفکر، قاهرة ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۵۷

۵۶۔ **صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الأذان یوم الجمعة ج ۱، ص ۱۲۴**

۵۷۔ **الموطا ، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض ص ۴۴۸۔ السنن الکبریٰ، کتاب الخلع و الطلاق، باب ماجاء فی توریث المبتوتة فی مرض الموت ج۷، ص ۳۶۲**

۵۸۔ **الإعتصام ج۱، ص ۳۴۶**

۵۹۔ **جصاص، احکام القرآن، من سورة البقرة، باب نکاح المشرکات ۱/ص ۳۳۳۔ السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تحریم حرائر اهل الشرک ج۷، ص۱۷۲**

۶۰۔ **صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث ج ۲، ص ۱۰۹۹**

۶۱۔ شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی شافعی (م ۴۷۶ھ)، **المهذب فی فقه الإمام الشافعی**، دار الفکر، سال اشاعت ندارد ج ۱، ص ۲۳۸

۶۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو: ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حنبلی (م ۷۲۸ھ)، **مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام احمد بن تیمیة، کتاب مقدمة التفسیر**، جمع و ترتیب عبد الرحمن بن محمد بن قاسم و ابنه محمد مطبع بأمر ولی العهد المعظم فهد بن عبدالعزیز آل سعود، ۱۳۹۸ھ ج ۱۳، ص ۳۳۱

۶۳۔ **صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعة ج ۱، ص ۸۸**

۶۴۔ **سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الرکوب إلی الجماد.....ج۵، ص ۲۹۸**

۶۵۔ **صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قوله تعالیٰ کلوا واشربوا حتی یتبیّن.....ج ۱، ص ۲۵۷**

۶۶۔ **سنن ابن ماجه، کتاب الفرائض، باب الکلالة ج۳، ص ۳۲۰**

۶۷۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ)، **الإتقان فی علوم القرآن**، دار الکتب العربی، بیروت لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء ج ۲، ص ۴۲۶

۶۸۔ زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ (م ۷۹۴ھ)، **البرهان فی علوم القرآن**، دار المعرفة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد ج ۲، ص ۱۵۷

۶۹۔ **الإتقان فی علوم القرآن ج ۲، ص ۴۲۷**

۷۰۔ **اصول الجصاص ج ۲، ص ۲۸**

۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر ج ۴، ص ۲۳۱۳-۲۳۱۴

۷۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یسألونک عن الانفال ج ۲، ص ۶۶۹

۷۳۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله لا تحسبن الذین یفرحون بما آتوا ج ۲، ص ۶۵۶

۷۴۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، آلم غلبت الروم ۲/ص ۷۰۳، الدخان ج ۲، ص ۷۱۴۔
ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)
صحیح الترمذی بشرح عارضة الأحوذی للإمام الحافظ ابن العربی المالکی (م ۵۴۳ھ)، کتاب تفسیر القرآن، و من سورة الدخان، دار احیاء التراث الإسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء ج ۱۲، ص ۱۳۴ تا ۱۳۶۔
شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ مالکی (م ۷۹۰ھ)، الموافقات فی اصول الشریعة، المکتبة التجاریة الکبریٰ بأول شارع محمد علی مصر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء ج ۳، ص ۳۴۹ ومابعد

۷۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو: الموافقات فی اصول الشریعة ۳/ص ۳۴۹. السنن الکبریٰ، کتاب الأشربة والحد فیها، باب ما جاء فی عدد حد الخمر ۸/ص ۳۲۰-۳۲۱۔ ابن قدامہ، موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد حنبلی (م ۶۲۰ھ)، المغنی شرح مختصر الخِرَقِی،
ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللّٰہ (م ۳۳۴ھ)، تحقیق الدکتور عبداللّٰہ بن عبدالمحسن الترکی + عبدالفتاح محمد الحلوهحر للطباعة و النشر و التوزیع و الاعلان، القاهرة، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء ج ۱۲، ص ۴۹۴

۷۶۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین لا یدعون مع اللّٰہ إلها آخر ۲/ص ۷۰۱. صحیح مسلم، کتاب التفسیر ج ۴، ص ۲۳۱۷

۷۷۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین لا یدعون مع اللّٰہ إلها آخر ج ۲، ص ۷۰۱

۷۸۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین یتوفون منکم...... ج ۲، ص ۶۵۰

۷۹۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب سورة الطلاق ج ۲، ص ۷۲۹

۸۰۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یاایهاالذین امنوا کتب علیکم القصاص ج ۲، ص ۶۴۶

۸۱۔ صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب البول عند سباطة قوم ج ۱، ص ۳۶

۸۲۔ حجة اللّٰہ البالغة ج ۱، ص ۱۴۱

۸۳۔ حجة اللّٰہ البالغة ج ۱، ص ۱۲۷

۸۴۔ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون ج ۲، ص ۸۵۳

۸۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یُسم صداقا حتی مات ج ۲، ص ۱۰۳

☆......☆......☆......☆